صحیح اور ضعیف احادیث میں تمیز کی ضرورت کا بیان

تالیف
ابو محمد خرم شہزاد

مکتبۃ التحقیق والتخریج

صحیح اور ضعیف احادیث میں تمیز کی ضرورت کا بیان

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! تم مجھ سے زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے بچو، اور جو میری طرف نسبت کر کے کوئی بات کہے تو وہ صرف صحیح اور سچ بات کہے، اور جو شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے گا جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(مسند احمد : 5\ 297 ، ح : 22905 ، اسناده حسن)

اس حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح کی بجائے جھوٹی یا ضعیف بات منسوب کی جو وعید ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے حدیثیں بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔ (جس کی مختصر تفصیل ان شاء اللہ اگلی قسط میں آئے گی)

امام مسلم رحمہ اللہ (204ھ، 261ھ، صحیح مسلم کے مصنف) نے فرمایا: جو شخص صحیح اور ضعیف حدیث میں تمیز کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور ثقہ اور مہتم (جس راوی پر کذب کی تہمت لگی ہو) راویوں کو پہچانتا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ نہ روایت کرے مگر اس حدیث کو جس کے اصل کی صحت ہو، اور اس کی نقل (روایت) کرنے والے وہ لوگ ہوں جن کا عیب فاش نہ ہوا ہو، اور بچے ان لوگوں کی روایت سے جن پر تہمت لگائی گئی ہے یا جو عناد رکھتے ہیں، بدعتی، اور دلیل اس پر جو ہم نے کہا: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا ﴾ (الحجرات: 6) ''اے مسلمانوں اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔'' (مقدمہ صحیح مسلم : 1\ 24 ، 25)

اسی لیے امام سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ (وفات : 125ھ) نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث صرف ثقہ لوگوں سے قبول کی جاتی ہے اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (118ھ، 181ھ) نے فرمایا: اسناد دین کا جز ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا سو کہتا۔ مزید فرمایا: ہمارے اور لوگوں کے درمیان ٹانگیں ہیں یعنی اسناد (امام عبداللہ بن مبارک کی مراد یہ ہے کہ جس طرح کوئی جانور بغیر ٹانگوں کے کھڑا نہیں ہوسکتا اسی طرح حدیث بغیر سند کے کھڑی نہیں ہوسکتی اور نہ ہی قابل قبول ہوتی ہے بلکہ باطل و مردود ہوتی ہے) امام ابراہیم بن عیسیٰ کہتے ہیں میں نے امام عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ یہ حدیث کیسی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ: ''نیکی کے بعد دوسری نیکی یہ ہے کہ تو نماز پڑھے اپنے ماں باپ کے لیے اپنی نماز کے بعد اور روزہ رکھے ان کے لیے اپنے روزے کے ساتھ'' تو امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: یہ حدیث کون روایت کرتا ہے؟ ابراہیم بن عیسیٰ نے کہا: شہاب بن خراش، امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: وہ تو ثقہ ہے پھر انہوں نے فرمایا: وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: حجاج بن دینار سے، انہوں نے فرمایا: وہ بھی ثقہ ہے، پھر انہوں نے فرمایا: وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: وہ حجاج بن دینار اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتا ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: اے ابراہیم بن عیسیٰ ابھی تو حجاج بن دینار سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک اتنے بڑے بڑے جنگل باقی ہیں کہ ان کو طے کرنے کے لیے اونٹوں کی گردنیں ٹوٹ جائیں البتہ صدقہ دینے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(مقدمه صحيح مسلم : 1\ 33 ، 34)

یعنی حجاج بن دینار تو تبع تابعین میں سے ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ تک دو یا تین راوی اور ہوں گے جن کے بارے میں معلوم نہیں کہ، ثقہ تھے یا کہ ضعیف وغیرہ اس لیے یہ حدیث معضل ہوئی (یعنی سخت ضعیف) اور وہ کیونکر قبول ہوسکتی ہے۔ اور بڑے بڑے جنگلوں سے یہی غرض ہے کہ دو یا تین راوی چھوٹ گئے ہیں، جن کے حالات کا معلوم ہونا ضروری ہے اس لیے یہ حدیث قابل اعتبار نہ ٹھہری مگر جس کا دل چاہے وہ اپنے والدین کی طرف سے

صدقہ وخیرات کرسکتا ہے۔

اسی لیے الجرح والتعدیل کے امام یحیٰی بن سعید القطان رحمہ اللہ (120ھ، 198ھ) فرماتے ہیں: حدیث نہ دیکھو بلکہ سند دیکھو، پھر اگر سند صحیح ہو تو ٹھیک ہے اور اگر سند صحیح نہ ہو تو حدیث کے دھوکے میں نہ آنا۔ (الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع للخطیب البغدادی : صفحہ ، 297 ، ح : 1312 ، و اسنادہ صحیح)

کیونکہ راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ معلوم ہونے پر ہی حدیث پر حکم لگے گا کہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یا من گھڑت ہے، وگرنہ سند کے بغیر حدیث بیان کرنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی شخص بغیر سیڑھی کے چھت پر جانے کی کوشش کریں، ایسے شخص کے بارے میں ثقہ تابعی امام زہری رحمہ اللہ (50ھ، 167ھ) فرماتے ہیں: چھت پر بغیر سیڑھی کے جانا ممکن نہیں ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\309 ، و اسنادہ صحیح)

یعنی بغیر اسناد کے حدیث تک پہنچنا ممکن نہیں اسی لیے سند میں راویوں پر جرح وتعدیل کو مدنظر رکھتے ہوئے امام سفیان بن سعید رحمہ اللہ (97ھ، 167ھ) فرماتے ہیں: اگر ثقہ راوی غیر ثقہ راوی سے روایت کرے، تو مت لو اگر غیر ثقہ راوی ثقہ راوی سے روایت کرے تو مت لو، اور اگر ثقہ راوی ثقہ راوی سے روایت کرے تو لے لو۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\318 ، و اسنادہ صحیح)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک میں جو تم سے بہت سی حدیثیں بیان نہیں کرتا اس کی یہی وجہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (صحیح بخاری حدیث:108)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے آپ کو فلاں، فلاں شخص کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے نہیں سنا تو انہوں نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں میں نے نہ سنی

ہوں لیکن میں نے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ (صحیح بخاری حدیث:107)

اللہ اکبر! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا کیا کہنا؟ اور ہمیں اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے کیونکہ وہ بغیر کسی واسطے کے حدیث رسول سنتے ہوئے بھی اتنے خوف زدہ اور ہم حدیث کی کتاب سے پڑھ کر سنا دیتے ہیں، بغیر تحقیق کیے کہ حدیث صحیح بھی ہے یا کہ ضعیف، یقیناً ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

مگر آج ہمارا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے اگر ہمیں یہ بتا بھی دیا جائے کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے تو ہم اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور امام مسلم رحمہ اللہ (صحیح مسلم کے مصنف) نے تو ضعیف حدیث کے ضعف کو نہ بیان کرنے والوں اور بغیر تحقیق کے حدیث بیان کرنے والوں کی بڑی شدید مذمت کی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو شخص ضعیف حدیث کے ضعف کو جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا ہے تو وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار اور عوام الناس کو دھوکا دیتا ہے۔۔۔۔۔ جب کہ صحیح احادیث اس قدر ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیث کی ضرورت ہی نہیں۔

(مقدمه صحيح مسلم : 1\ 58)

علاوہ ازیں ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کرنے والوں کے متعلق ائمہ محدثین کے چند اقوال قابل ذکر ہیں، ملاحظہ فرمائیں: امام ابن وھب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام اما لک رحمہ اللہ (93ھ، 179ھ) نے فرمایا: اس بات کو تم جان لو جو شخص ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے تو وہ بچ نہیں سکتا (جھوٹ سے) اور کبھی وہ شخص ''امام'' نہیں ہوسکتا جو ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے، نیز اسی طرح کا قول امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ (مقدمه صحيح مسلم : 1\ 28 ، 29)

محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: کسی شخص کے گمراہ ہونے کے لیے یہی کافی ہے

کہ وہ ہر سنی سنائی بات پر عمل کرے۔(مقدمة صحيح الجامع الصغير : 1\ 56)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق کے آگے) بیان کردے۔(صحيح مسلم : حديث نمبر ، 8)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کے واقعات تم بیان کر سکتے ہو، ان میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا تو اسے اپنے جہنم کے ٹھکانے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔'' (صحيح بخاری:3461)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم کوئی حدیث بیان کرو اور اسے ایسے بیان کرو، جیسے تم نے سنا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں ضروری ہے کہ ثقہ، ثقہ ہی سے روایت کرے۔

(الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:1/ 207 ، اسناده حسن)

بہر کیف واجب ہے کہ صحیح اور ضعیف وجھوٹی راویات کے درمیان فرق کیا جائے کیونکہ سنت نبوی ﷺ تو حق ہے نہ کہ باطل اور یہ سنت احادیث صحیحہ ہی تو ہیں نہ کہ ضعیف وجھوٹی راویات۔پس یہ چیز اہل اسلام کے لیے عموماً اور داعی سنت کے لیے خصوصاً ایک اصل عظیم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے صحیح اور حق کو پہنچانے میں بہت زیادہ احتیاط کی ، یہاں تک کہ ایک صحابی رسول نے دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کے بعد مزید گواہی طلب کی (حالانکہ وہ اپنے ساتھی صحابی کو جھوٹا نہیں سمجھتے تھے) اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ ﷺ کی طرف غیر ثابت شدہ احادیث کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے (جس کی تفصیل ان شاء اللہ اگلی قسطوں میں آے گی) وہ اس لیے تاکہ قیامت تک آنے والے تمام امت محمدیہ کے لوگوں میں بھی اس بات کا احساس اور خوف پیدا ہو کہ یہ کسی کے گھر کا ذاتی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ دین اسلام کا انتہائی اہم ترین مسئلہ ہے جس کے متعلق

احادیث میں سخت وعید آئی ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: سند کا بعید (لمبی) ہونا مجھے پسند ہے جب کہ اس کے راوی ثقہ ہوں، اس لیے کہ انہوں نے اس پر غور کیا ہے صحیح بعید (لمبی) سند، ضعیف قریب سند سے بہتر ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\ 316 ، و اسناده صحیح)

اسی طرح امام عبیداللہ بن عمرو رحمہ اللہ (101ھ، 180ھ) فرماتے ہیں: حدیث صحیح بعید (لمبی) سند، حدیث ضعیف قریب (چھوٹی) سند سے بہتر ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\ 315 ، و اسناده صحیح)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (135ھ، 198ھ) فرماتے ہیں: دو خصلتیں ایسی ہیں جن میں خوش گمانی کام نہیں آتی، فیصلہ اور حدیث یعنی ضعیف راوی سے روایت قبول کرنے میں خوش گمانی سے کام نہیں لیا جا سکتا۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\ 322 ، و اسناده صحیح)

امام احمد بن حسن کہتے ہیں ہم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (164ھ، 214ھ) کے پاس تھے تو وہاں ذکر چھڑ گیا کہ جمعہ کس پر واجب ہے لوگوں نے بعض اہل علم تابعین اور دیگر لوگوں کے فتووں کا ذکر کیا۔ امام احمد بن حسن کہتے ہیں: میں نے کہا اس کے متعلق تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ میں نے کہا : ہاں، پھر میں نے حدیث بیان کی کہ ہمیں حجاج بن نصیر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں معارک بن عباد نے عبداللہ بن سعید مقبری سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ اس پر ہے جو اپنے اہل میں رات گزارے۔ (یہ حدیث سن کر) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ غصے میں آ گئے اور مجھ سے فرمایا: اپنے رب سے استغفار کر، اپنے رب سے معافی مانگ، دو بار فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے

ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یہ اس لیے کیا کہ انہوں نے سند کے ضعف کی وجہ سے اس حدیث کو صحیح نہیں جانا، اس لیے کہ (یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ) نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، کیونکہ راوی حجاج بن نصیر حدیث میں ضعیف ہے اور عبداللہ بن سعید مقبری راوی کو امام جرح وتعدیل یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (120ھ، 198ھ) نے حدیث میں سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ (العلل الصغیر الترمذی : صفحه ، 281 ، و اسناده صحیح)

امام ابوبکر بن خلاد کہتے ہیں: کہ میں نے امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (120 ہجری، 198 ہجری) کہا: کیا آپ کو ڈر نہیں ہے کہ یہ لوگ جن کی حدیث تم ترک کرتے ہو، قیامت کے دن اللہ کے ہاں تمہارے خلاف کھڑے ہوں گے؟ تو امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا: ان لوگوں کا میرے مخالف کھڑے ہونا مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ رسول اللہ ﷺ میرے خلاف کھڑے ہوں اور یہ فرمائیں: تم نے وہ حدیث کیوں بیان کیں جسے تم جھوٹ سمجھتے تھے۔

(الکفایة فی علم الروایة للخطیب البغدادی : صفحه ، 44 ، و اسناده حسن)

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کے اس جواب نے ہم سب کو لاجواب کر دیا ہے اور ایسا ایمان وجذبہ صرف بعض لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور ان لوگوں میں ایک امام علل ورجال اور جرح وتعدیل امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ بھی ہیں۔

امام ابوحاتم رحمہ اللہ (195ھ، 277ھ) فرماتے ہیں: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (158ھ، 233ھ) مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور جس تخت پر نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کو غسل دیا گیا تھا، اس خادم سنت کو بھی اسی تخت پر غسل دیا گیا (سبحان اللہ) جنازے میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد تھی، اور ایک شخص یہ اعلان کر رہا تھا، یہ رسول اللہ ﷺ پر راویوں کی طرف سے جھوٹ بولنے والوں کی نشاندہی کرنے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا جنازہ ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\262)

سیدنا عمر بن خطاب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات سنے اس کو بیان کر دے۔ (صحیح مسلم:11,9)

حدیث مبارکہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ سے حدیث بیان کرے اور وہ خیال کرتا ھو کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ خود جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ (صحیح مسلم:1)

اس حدیث کی تشریح میں امام ترمذی نے امام دارمی سے نقل کیا کہ امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی رحمہ اللہ (181 ھ ، 255 ھ) کہتے ہیں جب کوئی شخص حدیث روایت کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کے مرفوع ہونے کی کوئی اصل نہ ہو، اور وہ شخص اسے مرفوع کر کے بیان کر دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا ہے تو مجھے ڈر ہے کہ ایسا ہی شخص اس حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو جا۔ (جامع ترمذی:2662)

درحقیقت سند مومن کا ہتھیار ہے، اگر اس کے پاس ہتھیار نہیں ہے تو وہ کس چیز سے مقابلہ کرے گا، اسی اہمیت کے کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مشہور ثقہ تابعی کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

ثقہ راوی ربیع بن خثیم نے امام عامر بن شرحبیل الشعبی رحمہ اللہ (17 ھ، 104 ھ) سے حدیث بیان کی کہ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ کلمہ "لآ اِلـہ اِلّا الـلّٰہ وحْدہ لا شرِیْك له الْمُلْكُ و له الْحمْدُ و هُو علٰی كُلِّ شیْءٍ قدِیْرٌ" دس (10) دفعہ پڑھے، تو اس کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، تو امام عامر بن الشعبی نے پوچھا: یہ حدیث تم سے کس نے بیان کی؟ انہوں نے فرمایا: عمرو بن میمون سے، امام عامر بن شرحبیل الشعبی نے عمرو بن میمون سے ملاقات کی اور پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے، پھر امام عامر بن شرحبیل الشعبی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: کہ صحابی رسول سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے۔ (صحیح بخاری : 6404)

الغرض سند حدیث کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور سند کے راویوں کے بارے میں جرح و تعدیل کا جاننا حدیث کی اسنادی کیفیت جاننے کے لیے ضروری ہے اسی لیے اس علم ''اسماء الرجال'' کو ''نصف علم'' قرار دیا گیا ہے۔ اسماء الرجال، علل حدیث اور جرح وتعدیل کے ماہر امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (161ھ، 234ھ) فرماتے ہیں: ''معانی حدیث میں تفقہ آدھا علم ہے اور اسماء الرجال کی پہچان آدھا علم ہے۔'' (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی : صفحه ، 325 ، ح : 202 ، و اسناده صحیح)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (320ھ، 405ھ) نے فرمایا: اگر حدیث کی اسناد اور ان محدثین کی اس کے لیے طلب اور اس کے حفظ پر کثرت سے پابندی نہ ہوتی تو اسلام کا نام و نشان مٹ چکا ہوتا اور اہل الحاد و بدعتی جھوٹی احادیث گھڑنے اور اسانید کو بگاڑنے میں کامیاب ہو جاتے، اس لیے کہ اگر روایات کا تعلق اسانید سے بالکل ختم کر دیا جائے تو وہ بے نام نشان ہو جائیں گی۔ (معرفة علوم الحدیث للحاکم : صفحه ، 6)

امام حبان بن موسیٰ کہتے ہیں: امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (118ھ، 181ھ) سے ایک حدیث کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث اپنے ارکان کی طرف محتاج ہے جیسا کہ مکان اینٹوں کا محتاج ہوتا ہے، ان کا مطلب یہ تھا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(العلل الصغیر للترمذی : صفحه ، 280 ، و اسناده صحیح)

امام ابووھب کہتے ہیں: لوگوں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (118ھ، 181ھ) کے سامنے ایک شخص کا نام لیا گیا جو حدیث میں مہتم تھا تو امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے روایت لینا میرے نزدیک ڈاکہ ڈالنے سے بھی زیادہ جرم ہے۔

(العلل الصغیر للترمذی : صفحه ، 280 ، و اسناده صحیح)

امام ترمذی (210ھ، 279ھ) فرماتے ہیں: مجھ کو امام المحدثین امام بخاری نے خبر دی انہوں نے فرمایا: ہم سے محمد بن یحییٰ بن سعید القطان نے بیان کیا انہوں نے فرمایا: مجھ کو

میرے والد (امام یحییٰ بن سعید القطان) نے بیان کیا انہوں نے فرمایا: میں نے امام سفیان ثوری (97 ھ، 161 ھ) ، امام شعبہ بن حجاج (82 ھ، 160 ھ)، امام مالک بن انس (93 ھ، 179 ھ) اور امام سفیان بن عینیہ (107 ھ، 198 ھ) سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس میں کوئی تہمت یا ضعف ہو کیا میں اس کے بارے میں خاموش رہوں یا لوگوں (محدثین) پر اس کی حقیقت واضع کروں تو ان تمام آئمۃ نے فرمایا تم اس کو بیان کرو۔۔

(العلل الصغير للترمذی : صفحه ، 278 ، 279 ، و اسناده صحيح)

اللہ تعالیٰ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سمیت تمام محدثین کرام پر اپنی رحمت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ، جنہوں نے سند کے لیے اصول اور ضابطے (وغیرہ) بنائے ، نیز سند میں راویوں کے بارے میں جرح و تعدیل بیان کر کے ہمیں ان کے حالات سے مکمل معلومات فراہم کیں تا کہ پتہ چل سکے کہ راوی ثقہ ہے یا کذاب ہے یا ضعیف ہے، اسی طرح حدیث و رجال کے امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا: ''آپ جھوٹے راویوں کو کیسے پہچان جاتے ہیں ، تو امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (135 ھ ، 198 ھ) نے فرمایا: جیسے ڈاکٹر پاگل کو پہچان لیتا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم : 1\218 ، و اسناده صحيح)

امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (161 ھ، 234 ھ) نے امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا: مجھے اگر رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان لے جا کر قسم اٹھائی جائے ، تو اللہ کی قسم کھا کر یہی کہوں گا کہ میں نے امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے زیادہ عالم حدیث کسی کو نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم : 1\219 ، و اسناده صحيح)

امام ترمذی (210 ھ، 279 ھ) فرماتے ہیں : میں نے عراق اور خراسان میں کسی ایک کو نہیں دیکھا جو علل و تاریخ اور معرفۃ الاسانید میں امام المحدثین امام محمد بن اسماعیل

البخاری رحمہ اللہ (194ھ، 256ھ) سے بڑا عالم ہو۔

(العلل الصغیر للترمذی : صفحه ، 278)

امام ابن خزیمہ (223ھ، 311ھ) فرماتے ہیں : اس آسمان چھت کے نیچے میں نے امام المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (صحیح بخاری کے مصنف) سے بڑا عالم حدیث کسی کو نہیں دیکھا۔ (معرفة علوم الحدیث للحاکم : ص، 141 ، و اسناده حسن)

امام سفیان بن عیینہ (107ھ، 198ھ) فرماتے ہیں : امام مالک بن انس رحمہ اللہ (93ھ، 179ھ) رجال کے بارے میں کتنے شدید ناقد تھے اور سب سے زیادہ ان کے بارے میں علم رکھتے تھے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\65 ، و اسناده صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ (150ھ، 204ھ) فرماتے ہیں : جب تمہارے پاس امام مالک رحمہ اللہ کی طرف سے حدیث آئے تو اسے سختی سے پکڑ لو۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\59 ، و اسناده صحیح)

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (120ھ، 198ھ) فرماتے ہیں : امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ (82ھ، 160ھ) رجال (راویوں) کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا : امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ حدیث اور رجال کے بارے میں گہرا علم رکھتے ہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\132 ، 133 ، و اسناد صحیح)

امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ (20ھ، 103ھ) کہتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی، مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے احادیث بیان کرتے ہوئے کہنا شروع کر دیا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (نے یہ رویہ رکھا کہ) نہ اس کو دھیان سے سنتے تھے نہ اس کی طرف دیکھتے تھے۔ وہ کہنے لگا : اے ابن عباس!

میرے ساتھ کیا (معاملہ) ہے، مجھے نظر نہیں آتا کہ آپ میری (بیان کردہ) حدیث سن رہے ہیں؟ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنا رہا ہوں اور آپ سنتے ہی نہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک وقت ایسا تھا کہ جب ہم کسی کو یہ کہتے سنتے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ہماری نظریں فوراً اس کی طرف اٹھ جاتیں اور ہم کان لگا کر غور سے اس کی بات سنتے، پھر جب سے لوگوں نے اچھا اور بُرا طریقہ (یعنی ضعیف اور ہر قسم کی روایات بیان کرنے کو) اختیار کر لیا ہے، تب سے ہم ان سے وہی حدیث قبول کرتے ہیں، جسے ہم جانتے ہیں۔ (صحیح مسلم:21)

میرے بھائیوں! آپ خود ہی فیصلہ کر لیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کا یہ حال تھا اور اس کے بعد کے دور کا کیا حال ہوگا، اور ان ادوار کی نسبت آج کے دور کا حال۔؟ لیکن محدثین نے اس میدان میں اپنا صحیح حق ادا کیا ہے، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں: امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (195ھ، 277ھ) اسماء الرجال اور علل حدیث کے فن کے ماہر تھے، بیس سال کی عمر میں آپ نے پہلا سفر شروع کیا، خود امام ابوحاتم فرماتے ہیں: پہلے سال جب میں طلب حدیث کے لیے نکلا تو سات سال اسی حالت میں گزارے، میں نے اپنے پیدل سفر کا حساب کیا تو وہ ایک ہزار فرسخ (تقریباً پانچ ہزار میل) سے زیادہ تھا، اسی طرح میں گنتا رہا، جب ایک ہزار فرسخ سے زائد ہو گیا تو میں نے گننا چھوڑ دیا۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 1\290)

اللہ تعالیٰ نے امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کو جو شوق و ذوق، جو تجربہ اور مہارت عطا کیا تھا اس کی بنیاد پر وہ ماہر سنار کی طرح راویوں اور حدیث کو کھرے کھوٹے کی طرح پرکھ لیتے تھے، اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں: میرے پاس ایک شخص اصحاب الرائے میں سے فہم رکھنے والا حدیثوں کی ایک کتاب لے کر آیا میں نے ان حدیثوں کو دیکھ کر عرض کیا کہ اس حدیث میں غلطی ہے، بعض میں تداخل ہے، بعض احادیث باطل

ہیں، بعض احادیث منکر ہیں، بعض احادیث جھوٹی ہیں، بقیہ حدیثیں صحیح ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ آپ کو کیسے پتہ چلا، کیا اس کتاب کے راوی نے آپ کو خبر دی ہے؟ امام ابوحاتم نے کہا: نہیں، نہ میں کتاب کو جانتا ہوں نہ اس کے راوی کو، اس نے کہا تو کیا غیب دانی کا دعویٰ ہے ؟ امام ابوحاتم نے کہا: نہیں، اس نے کہا پھر آپ کی باتوں پر دلیل کیا ہے؟ امام ابوحاتم رازی نے فرمایا: ایسے اہل علم (جو علم الرجال اور علل حدیث کا ماہر ہو) سے جا کر پوچھ لو جس کو میری طرح معلومات ہے، اس نے کہا: کہ کس کے پاس ہے؟ جواب دیا کہ امام ابوزرعہ رازی کے پاس، وہ شخص امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (200ھ، 264ھ) کے پاس وہ نسخہ لے کر گیا انہوں نے ٹھیک اسی طرح کا حکم ان حدیثوں پر لگایا جس طرح میں نے لگایا تھا، اس نے کہا کہ یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ دونوں کی رائے بالکل ایک جیسی ہے جب کہ دونوں نے آپس میں کوئی مشورہ نہیں کیا، امام ابوحاتم رازی نے کہا کہ معاملہ ایسے ہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم ہے، جس طرح ماہر سنار کھرے کھوٹے کو عطائی علم سے بتا دیتا ہے اسی طرح سے ہم کو اس کی معرفت عطا کی گئی ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 1\ 283، 284، و اسناده صحیح)

اللہ تعالیٰ محدثین کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو راویان حدیث کی معرفت، ان کی جانچ پڑتال کے لیے وقف کر دیا، امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں کہ میں نے امام اسحاق بن موسیٰ (المتوفی: 244ھ) کو یہ کہتے ہوئے سنا: کہ ائمۃ اصحاب الحدیث یعنی ائمۃ اہل الحدیث (محدثین) اور نقاد فن یہی وہ افراد (محدثین) ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ ﴿و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم﴾ ''اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے۔'' لہٰذا اللہ تعالیٰ ان محدثین کو جس دین سے راضی تھا اس پر قدرت عطا کی

، اہل بدعت اور اہل زیغ وضلال سے وہ راضی نہ تھا لہٰذا وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\311 ، و اسناده صحیح)

اسی طرح امام یحییٰ بن یمان رحمہ اللہ (المتوفی : 187 ھ) فرماتے ہیں : کہ ان احادیث کے لیے ایسے افراد (محدثین) ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت پیدا کر دیا تھا، انہی میں سے امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (129 ھ، 197 ھ) ہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\311 ، و اسناده صحیح)

ان اقوال سے معلوم ہوا، اللہ تعالیٰ نے حدیث رسول کی حفاظت کے لیے ایسے ماہرین فن محدثین پیدا کر دیئے، جنہوں نے ضعیف اور کذاب راویوں کی من گھڑت روایات کو صحیح حدیثوں سے چن چن کر الگ کر دیا، اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں : ایک دفعہ ہارون رشید کے دربار میں ایک زندیق کو قتل کے لیے لایا گیا تو اس نے کہا تم مجھے تو قتل کر دو گے لیکن میں نے جو ایک ہزار خود ساختہ (من گھڑت) حدیثیں لوگوں میں پھیلا دی ہیں ان کا کیا کرو گے؟ تو ہارون رشید نے جواب دیا کہ اے اللہ کے دشمن تو کس خیال میں ہے، ہمارے پاس امام اسحاق الفزاری رحمہ اللہ (المتوفی : 186 ھ) اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ موجود ہیں، جو چھان بین کر کے ان کا ایک ایک حرف الگ کر دیں گے۔ (تذکرة الحفاظ للذهبی : 1\ 217 ، راقم کو اس قول کی سند نہیں ملی۔ واللہ اعلم)

اور جب امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کسی شخص نے اسی طرح کا سوال کیا: "هذه الاحاديث الموضوعة ؟ قال يعيش لها الجهابذة" کہ یہ جو موضوع (جھوٹی) حدیثیں ہیں ان کا کیا ہوگا ؟ تو امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اس کے لیے بڑے بڑے ماہرین فن (محدثین جو علم الرجال وعلل حدیث کے ماہر ہیں) زندہ ہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\52 ، و اسناده صحیح)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (118 ھ ،

181ھ) نے طلب حدیث میں چوتھائی دنیا دیکھ ڈالی ، انہوں نے نہ یمن ، نہ مصر ، نہ شام ، نہ جزیرہ ، نہ بصرہ ، اور نہ کوفہ چھوڑا ۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\ 227)

بہرحال محدثین نے طلب حدیث کے لیے بڑے لمبے سفر کیے اور حدیث رسول کی حفاظت کے لیے راویان حدیث کے حالات اور ان پر جرح وتعدیل کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا تا کہ حدیث کی صحت کو پرکھنے میں آسانی ہو کہ فلاں راوی ضعیف ہے ، فلاں راوی ثقہ ہے وغیرہ ۔ چنانچہ علم اسماء الرجال اور علم جرح وتعدیل دونوں آپس میں لازم وملزوم ٹھرے اور محدثین اس حدیث کا مصداق قرار پائے ۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص نے وہ راستہ اختیار کیا جس میں علم حاصل کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں ۔ (صحیح مسلم : 2699)

بہرحال سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بشیر بن کعب کی غیر ثابت شدہ احادیث کی طرف دھیان نہ کرنا ، اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث بہترین عکاسی کرتی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جب تم (یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا) میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس (ضعیف وجھوٹی حدیث) کا انکار کریں اور تمہارے (صحابہ کرام کے) بدن اور بال اس (ضعیف وجھوٹی حدیث) سے علیحدگی کریں ، اور تم سمجھ لو کہ وہ (ضعیف وجھوٹی حدیث) تم سے بہت دور ہے ، تو میں اس سے بھی زیادہ دور ہوں ۔ (مسند احمد:16058 ، صحیح ابن حبان ، حدیث:63 ، اسنادھما صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق کے آگے) بیان کر دے ۔ (صحیح مسلم :8)

امام محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں کہتے ہیں : اور اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ صحیح روایات کو سقیم (ضعیف) روایات سے معلوم کیا اور مجروحین کی

روایات سے اجتناب کیا جائے۔ (المدخل الی الصحیح للحاکم:ص 109)

اسی طرح الجرح والتعدیل کے امام یحییٰ بن سعید القطان (120 ہجری، 198 ہجری) فرماتے ہیں: حدیث نہ دیکھو بلکہ سند دیکھو، پھر اگر سند صحیح ہو تو ٹھیک ہے اور اگر سند صحیح نہ ہو تو حدیث کے دھوکے میں نہ آنا۔ (الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع للخطیب البغدادی: صفحه ، 297 ، ح : 1312 ، و اسناده صحیح)

جرح و تعدیل علوم حدیث میں سے ایک اہم علم ہے، جرح و تعدیل کا علم وہ علم ہے جو راویوں کے احوال سے اس حیثیت سے بحث کرتا ہے کہ ان کی روایات کو قبول کیا جائے یا ردّ کیا جائے۔ گویا جرح و تعدیل کا علم راویوں کے احوال کا آئینہ ہے، یہی وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت کرنے والا صادق ہے یا کاذب، حافظ و ضابط ہے یا مختلط ؟ اور جب علم الرجال و علل حدیث کے ماہر امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (240ھ، 327ھ) سے جرح و تعدیل کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "اظهر احوال اهل العلم من كان ثقة يا غير ثقة "اس حیثیت سے اہل علم کے احوال کا ظہور کہ یہ معلوم ہو کون ثقہ یا غیر ثقہ ہے۔

(الكفاية فی علم الرواية للخطيب البغدادی : صفحه ، 38 ، 39 ، و اسناده صحيح)

اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (773ھ، 852ھ) علم جرح و تعدیل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: راویوں کے حالات ان معنوں میں جاننا بہت اہم ہیں کہ وہ عادل ہیں، مجروح ہیں یا مجہول ہیں اس لیے کہ یا تو راوی کی عدالت معروف ہو یا اس کا فسق معروف ہوگا یا اس کے بارے میں کوئی چیز بھی معروف نہ ہوگی۔

(نزهة النظر لابن حجر : صفحه ، 71)

گویا حدیث کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اس وقت تک کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک راوی کی عدالت، فسق یا جہالت کی وضاحت نہ ہو جائے اس اعتبار سے علم

جرح و تعدیل بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ حدیث کی تفتیش و تحقیق کے متعلق قرآن و سنت پر محدثین نے جرح و تعدیل کی بنیاد رکھی ہے، بطور دلیل حدیث نبوی سے اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: کہ یہ اپنے خاندان کا کیا ہی بُرا فرد ہے، پھر جب وہ بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے ملے جب وہ شخص چلا گیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو دیکھا تو اس طرح فرمایا: پھر آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عائشہ، تم نے مجھ کو بداخلاق کب پایا ہے؟ بیشک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا شخص وہ ہوگا جس کو لوگوں نے اس کے شر کی وجہ سے چھوڑ دیا۔
(صحیح بخاری: 5666)

یہاں پر اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بداخلاقی سے بچنے کے لیے خندہ پیشانی سے اس سے ملاقات کی، لیکن جو شر تھا، اس کو بھی بتا دیا اس میں کوئی رعایت نہیں کی اسی طرح راویوں کے شر سے بچنے کے لیے ان کو متروک (چھوڑ) قرار دینا درست ہے۔

اسی طرح سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے گزرنے پر پوچھا تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا یہ شخص اعلیٰ سطح کے لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم یہ پیغام نکاح دے تو قبول کیا جائے گا اور اگر کسی کی سفارش کرے تو وہ بھی قبول کی جائے گی یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر ایک اور شخص گزرا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ شخص غریب مسلمانوں میں سے ہے اگر کہیں نکاح کا پیغام بھیجے تو ردّ کر دیا جائے گا اور اگر سفارش کرے تو قبول نہ ہوگی اگر بات کرے تو اسے سنا

نہ جائے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص (غریب مسلمان) اُس (اعلیٰ سطح) شخص کے زمین بھر کے لوگوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری: 4701)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جرح و تعدیل کے بارے میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے خود معیار اور مثال قائم کر دی تھی اور دوسرے لوگوں کے بارے معلومات مہیا کرنے کو بُرا نہیں سمجھا بلکہ حوصلہ افزائی فرمائی بشرطیکہ اس میں خیر کا پہلو مضمر ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی کئی احادیث میں حدیث کے معاملے میں چھان بین اور احتیاط کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن میں سے چند گزر چکی ہیں ایک اور ملاحظہ فرمائے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں دجال اور کذاب (جھوٹے) ھوں گے، وہ تمہیں ایسی احادیث سنائیں گے جنہیں تم نے اور نہ تمہارے آباو اجداد نے سنا ھوگا، لہذا ان سے اپنے آپ کو بچانا کہیں ایسا نہ ھو کہ وہ تم کو گمراہ کر دیں، اور فتنہ میں ڈال دیں۔

(صحیح مسلم :15)

امام خطیب بغدادی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: بے شک نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت میں جھوٹے لوگ بھی ھوں گے، آپ ﷺ نے ان سے ڈرایا ہے اور ان کی روایات لینے سے منع فرمایا ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولنا کسی دوسرے پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، پس محدثین ن کے احوال اور ناقلین ن اخبار کے متعلق پوری تفتیش کرنا دین میں احتیاط اور شریعت کو ملحدین کی تلبیس سے محفوظ رکھنے کے لیے واجب ہے۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب البغدادی: صفحہ ، 36)

اسی طرح بعض محدثین نے اتنی احتیاط کی ہے، اگر سند میں کسی ایک راوی کے متعلق اس کی صحیح اور ضعیف حدیثوں کے درمیان تمیز نہیں ہوسکی، تو اس کی تمام حدیثوں اور اس سے روایت کو چھوڑ دیا۔

اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں : امام ترمذی رحمہ اللہ نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ راوی کے متعلق امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا ؟ کہ یہ راوی حدیث میں کیسا ہے؟ تو امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ (194 ہجری ، 256 ہجری) نے فرمایا : وہ راوی سچا ہے ، لیکن میں اس سے روایت نہیں کرتا ، کیونکہ اس کی صحیح حدیثوں سے ضعیف حدیثوں کی پہچان نہیں ہوسکی اور جو اس قسم کا راوی ہو ، میں اس سے روایت نہیں لیتا۔

(السنن الترمذی : تحت الحدیث : 364)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ (صحیح مسلم کے مصنف) فرماتے ہیں : اور ائمہ حدیث نے راویوں کا عیب (جرح) کھول دینا ضروری سمجھا اور جب ان سے پوچھا گیا تو اس بات کا فتویٰ دیا کہ یہ بڑا اہم کام ہے کیونکہ دین کی بات جب نقل کی جائے گی تو وہ کسی امر کے حلال ہونے کے لیے کافی ہوگی یا حرام ہونے کے لیے یا کسی بات کا حکم ہوگا یا کسی بات کی ممانعت یا وہ رغبت وخوف کے متعلق ہوگی تو یہ احکام ونواہی احادیث پر موقوف ہیں جب حدیث کا کوئی راوی خود صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ روایت کا اقدام کرے اور بعد والے اس راوی کی عدم ثقاہت کے باوجود دوسرے کو ، جو اس کو غیر ثقہ کے طور پر نہ جانتا ہو اس کی کوئی روایت بیان کرے اور اصل راوی کے احوال پر کوئی تنقید وتبصرہ نہ کریں تو یہ مسلمان عوام کے ساتھ خیانت اور دھوکا ہوگا ، کیونکہ ان احادیث میں بہت سی احادیث موضوع (جھوٹی) اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال سے ناواقفیت کی بنا پر ان احادیث پر عمل کرے گی اس کے باوجود کہ ثقہ اور محتاط راویوں کی روایت کردہ صحیح احادیث اس سے زیادہ ہیں کہ کوئی شخص کسی غیر ثقہ وغیر محتاط راوی کی روایت نقل کرنے پر مجبور ہو اور میں (امام مسلم) سمجھتا ہوں جن لوگوں نے اس قسم کی ضعیف حدیثیں اور مجہول سندیں نقل کی ہیں اور ان میں مصروف ہیں اور وہ جانتے ہیں ان کے ضعف کو تو ان کی غرض یہ ہے کہ عوام کے نزدیک اپنا کثرت علم ثابت کریں اور اس لیے کہ لوگ کہیں سبحان اللہ فلاں شخص نے کتنی زیادہ حدیثیں

جمع کی ہیں اور جس شخص کی یہ چال ہے اور اس کا یہ طریقہ ہے تو اس کا علم، حدیث میں کچھ نہیں ہے اور اسے عالم کہنے کے بجائے جاہل کہنا زیادہ بہتر ہے۔

(مقدمة صحيح مسلم : 1\ 57 ، 58)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض لوگ جن کو علم حدیث کی کچھ سمجھ نہیں، انہوں نے رجال (راویوں) کے بارے میں کلام (جرح) کرنے کی وجہ سے اہل حدیث (محدثین) پر عیب لگایا ہے حالانکہ ہم نے تابعین میں سے بہت سے ائمہ (محدثین) کو پایا ہے کہ انہوں نے رجال (راویوں) کے بارے میں جرح کی ہے جن میں امام حسن بصری (22ھ، 110 ھ) اور امام طاوس بن کیسان (17 ھ، 106 ھ) ہیں ان دونوں نے راوی معبد جہنمی اور امام سعید بن جبیر (46ھ، 95 ھ) نے طلق بن حبیب اور امام ابراہیم نخعی (51ھ، 95 ھ) اور عامر شعبی (17 ھ، 104 ھ) نے راوی حارث الاعور کے بارے میں جرح کی ہے اسی طرح امام ایوب سختیانی (68ھ، 131 ھ) امام عبیداللہ بن عون، امام سلیمان التیمی (46ھ، 143 ھ)، امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام اوزاعی (80ھ، 157 ھ) امام عبداللہ بن مبارک، امام یحییٰ بن سعید القطان، امام وکیع بن جراح، امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہم اللہ وغیرہم اہل علم (محدثین) نے راویوں کے بارے میں جرح کی ہے۔ ہمارے نزدیک ان آئمہ کرام (محدثین) کو راویوں کے بارے میں جرح کرنے میں اس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ اس میں مسلمانوں کے لیے نصیحت اور خیر خواہی ہے، ان کے بارے میں یہ گمان ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے لوگوں پر طعنہ زنی اور غیبت کا ارادہ کیا تھا، ان کا تو صرف یہی ارادہ تھا کہ وہ راویوں کا ضعف واضح کریں تا کہ یہ راوی پہچانے جائیں کہ ان راویوں میں بعض لوگ بدعتی ہیں اور بعض حدیث میں مہتم اور بعض غفلت اور کثرت خطا کا شکار ہیں ان آئمہ جارحین نے دین کے معاملے میں خوف کھاتے ہوئے اور اس کی حفاظت کی خاطر راویوں کے حالات کو بیان کیا ہے اس لیے کہ دین کی شہادت زیادہ حق رکھتی

ہے کہ اس کی حفاظت حقوق اور اموال کی شہادت سے زیادہ کی جائے۔

(العلل الصغیر للترمذی : صفحه ، 278 ، 279)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ ثواب کی خاطر راویوں پر جرح کیا کرتے تھے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\ 162 ، و اسناده صحیح)

امام عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں میں امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کے پاس گیا انہوں نے فرمایا: یہ عباد بن کثیر ہے، اس سے بچ کر رہنا (یعنی اس سے روایت کرنے میں)، اسی طرح امام ابوداود الطیالسی کہتے ہیں مجھ سے امام شعبہ بن حجاج نے فرمایا: تو جریر بن حازم کے پاس جا اور کہہ آپ کو درست نہیں، حسن بن عمارہ راوی سے روایت کرنا کیونکہ حسن بن عمارہ جھوٹ بولتا ہے۔(مقدمة صحیح مسلم : 1\ 37 ، 48)

امام بشر بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے راوی محمد بن عبدالرحمٰن کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ نہیں ہے، اور میں نے راوی ابوالحویرث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ نہیں ہے۔(مقدمة صحیح مسلم : 1\ 54)

صحیح اور ضعیف روایات کی پہچان اور ان میں تمیز کرنا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیر ثابت شدہ حدیث کی نسبت کرنے سے بچا جا سکے۔

اسی مسئلہ کے متعلق امام ابن حبان رحمہ اللہ (274ھ، 354ھ) نے اپنی کتاب ''صحیح ابن حبان'' میں ایک باب یوں باندھا ہے: ''اس بات کا ذکر کہ ایسے شخص کا دوزخ میں داخل ہونا لازم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے جس کی صحت کا اسے علم نہ ہو۔'' (اتنی سخت وعید، اور ہو بھی کیوں نہ، آخر دین کا مسئلہ ہے لیکن اس کے برعکس بعض الناس کو اگر کہا جائے کہ آپ نے جو حدیث بیان کی ہے، وہ ضعیف ہے تو وہ ناگواری سے کہنے لگتے ہیں، آپ لوگوں نے تو سارا دین ہی ضعیف کر دیا ہے۔نعوذ باللہ، دراصل اُن کی یہ

بات علم الرجال سے عدم واقفیت کی بنا پر جہالت پر مبنی ہے۔)(صحیح ابن حبان:28)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ (204ھ، 261ھ) کہتے ہیں: جو شخص ضعیف حدیث کے ضعف کو جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا ہے تو وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار اور عوام الناس کو دھوکا دیتا ہے۔ جب کہ صحیح احادیث اس قدر ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیث کی ضرورت ہی نہیں۔ (صحیح مسلم:58/ 1)

بہرحال رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، اور محدثین کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حدیث کو چھان بین اور مکمل تحقیق کے بعد بیان کرنا چاہئے اور ضعیف و موضوع (جھوٹی) حدیث بیان نہیں کرنی چاہئے کیونکہ

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

(صحیح بخاری : حدیث 109)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں تو یہ سمجھ لو کہ مجھے آسمان سے گر جانا پسند ہے (اس بات سے) کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھوں۔(صحیح بخاری : 3611)

صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ (204 ہجری، 261 ہجری) فرماتے ہیں : بہت سے وہ لوگ جو ضعیف اور مجہول اسانید والی حدیثوں کو جاننے کے باوجود بیان کرتے ہیں، محض اس لیے کہ عوام الناس کے ہاں ان کی شہرت ہو، اور یہ کہا جائے کہ اس کے پاس کتنی حدیثیں ہیں، اور اس نے کتنی کتابیں تالیف کر دی ہیں اور جو شخص علم کے معاملے اس روش کو اختیار کرتا ہے اس کے لیے علم میں کچھ حصہ نہیں ہے اور اسے عالم کہنے کی بجائے جاہل کہنا زیادہ مناسب ہے۔ (صحیح مسلم : 1\ 58)

امام محمد بن بندار رحمہ اللہ (167ھ، 252ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل

رحمہ اللہ سے کہا: اے ابوعبداللہ (یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کنیت ہے) مجھ پر گراں گزرتا ہے جب میں کہتا ہوں: فلاں کذاب (جھوٹا) ہے فلاں ضعیف ہے تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (164ھ، 241ھ) نے مجھ سے فرمایا: اگر تم خاموش رہے اور میں بھی خاموش ہو گیا تو جاہل صحیح اور سقیم (ضعیف) کے فرق کو کیسے جانے گا۔

(الکفایة فی علم الروایة للخطیب البغدادی: صفحہ، 45، و اسنادہ صحیح)

اسی طرح امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (213ھ، 290ھ) کہتے ہیں کہ امام ابوتراب النخشی میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) کے پاس آئے، میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، 164ھ، 241ھ) فرما رہے تھے فلاں شخص ضعیف ہے اور فلاں شخص ثقہ ہے، اس پر امام ابوتراب النخشی نے فرمایا: یا شیخ علماء کی غیبت نہ کرو، میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ تو خیر خواہی ہے، غیبت نہیں۔

(الکفایة فی علم الراویة للخطیب البغدادی: صفحہ، 45، و اسنادہ صحیح)

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (118ھ، 181ھ) کہتے ہیں اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ میں جنت میں جاوں یا عبداللہ بن محرر سے ملوں تو میں پہلے اس سے ملتا پھر جنت میں جاتا (اس کی تعریف سنی تھی جس کی وجہ سے اس سے ملنے کا اشتیاق تھا) پھر جب میں اس سے ملا تو ایک اونٹ کی مینگنی مجھے اس سے بہتر معلوم ہوئی۔ (یعنی وہ حدیث میں سخت ضعیف تھا) اسی طرح امام زید بن ابی انیسہ رحمہ اللہ (المتوفی: 144ھ) کہتے ہیں: میرے بھائی سے حدیث کی روایت مت کرو۔ (کیونکہ وہ ثقہ نہیں ہے اور یہ دین کا معاملہ ہے۔) نیز امام ابوعقیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں امام قاسم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہاں امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ بھی تھے تو امام یحییٰ بن سعید القطان (120ھ، 198ھ) نے امام قاسم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے کہا: اے ابومحمد (یہ امام قاسم بن عبیداللہ رحمہ اللہ کی کنیت ہے) تمہارے جیسے شخص کے لیے یہ بات بہت بُری ہے کہ تم سے دین کا کوئی مسئلہ

پوچھا جائے پھر تم کو اس کا علم نہ ہو اور نہ اس کا جواب ۔ تو امام قاسم بن عبیداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا : کس وجہ سے ؟ امام یحییٰ بن سعید نے فرمایا : اس وجہ سے کہ تم بڑے بڑے اماموں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہو ۔ امام قاسم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ (المتوفی : 133 ھ) نے فرمایا : اس سے بھی زیادہ یہ بات بُری ہے اس شخص کے نزدیک جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل عنایت فرمائی ہے کہ میں کہوں ایک بات اور اس کا مجھے علم نہ ہو یا میں اس شخص سے حدیث روایت کروں جو ثقہ نہ ہو ۔ یہ سن کر امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا ۔

(مقدمة صحيح مسلم : 1\ 36 ، 37)

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (118 ھ ، 181 ھ) نے فرمایا : میں نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا تم عباد بن کثیر راوی کا حال جانتے ہو جب حدیث بیان کرتا ہے تو ایک بلا لاتا ہے تو تمہاری کیا رائے ہے ؟ کہ میں لوگوں (محدثین) سے کہہ دوں کہ اس سے حدیث روایت نہ کریں ؟ تو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (97 ھ ، 161 ھ) نے فرمایا : ہاں کہہ دو ۔ امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا : پھر جس مجلس میں ، میں ہوتا اور عباد بن کثیر راوی کا ذکر آتا ، تو میں اس کی دین داری کی تعریف کرتا لیکن یہ بھی کہہ دیتا کہ اس سے حدیث کی روایت مت کرو ۔ اسی طرح امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا : ہم نے نیک لوگوں کو اتنا جھوٹا کسی چیز میں نہیں دیکھا جتنا جھوٹا حدیث کی روایت کرنے میں دیکھا ۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ جھوٹی حدیث ان کی زبان سے نکل جاتی ہے لیکن قصداً جھوٹ نہیں بولتے ۔ (مقدمة صحيح مسلم : 1\ 41 ، 44)

امام سلام بن ابی مطیع رحمہ اللہ (المتوفی : 164 ھ) کہتے ہیں کہ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ (68 ھ ، 131 ھ) کو خبر پہنچی کہ میں عمرو بن عبید (کذاب راوی) کے پاس جاتا ہوں تو ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے تو کیا سمجھتا ہے جس شخص کے دین پر تجھے بھروسہ نہ ہو کیا

اس کی حدیث پر تو بھروسہ کرسکتا ہے۔اسی طرح امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام ابونعیم رحمہ اللہ (130ھ، 213ھ) نے المعلی بن عرفان (سخت ضعیف راوی) کا ذکر کیا کہ معلیٰ بن عرفان راوی نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ (ثقہ تابعی) ابووائل، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں نکلے تو امام ابونعیم رحمہ اللہ نے فرمایا: شاید مرکر پھر قبر سے اٹھے ہوں گے۔(وہ اس لیے کہ معلیٰ بن عرفان نے ابووائل راوی پر جھوٹ باندھا ہے کیونکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''②③ھ'' میں وفات پائی اور جنگ صفین تو ''38ھ'' میں ہوئی)۔ (مقدمة صحيح مسلم: 1\47، 48)

روایان حدیث کے بارے میں تعریفی (تعدیل) یا تنقیدی (جرح) کلمات کا اظہار ایک دینی ضرورت ہے، اور حدیث کی اسنادی حیثیت بیان کرنے کے لیے احتیاط کا تقاضا ہے کہ ان محدثین کے اقوال کی روشنی میں راوی کے مرتبے کا تعین ہو پھر اس کے بعد حدیث کی قبولیت اور عدم قبولیت کا تعین ہوسکتا ہے۔

صحیح اور ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کے مابین تمیز کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے چنانچہ امام عبداللہ بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (277ھ، 365ھ) کہتے ہیں: جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض کی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں چھان بین بھی فرض کی ہے تاکہ صحیح روایات کو سقیم اور قوی کو ضعیف روایات سے معلوم کیا جاسکے۔

(الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى:78/ 1)

اسی طرح امام محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (321ھ، 405ھ) کہتے ہیں: اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت اور ان کے بعد دیگر ائمہ مسلمین کی ایک جماعت حدیث کے بارے میں بحث اور چھان بین کیا کرتی تھی یہاں تک کہ وہ حدیث ان کے لیے صحیح ثابت ہو جاتی۔(یا ضعیف)۔ (معرفة علوم الحديث

للحاکم:ص ، 15)

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے تین دفعہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگے لیکن اس کو اجازت نہ ملے تو وہ واپس لوٹ جائے۔ یہ حدیث سن کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم اس حدیث پر کوئی گواہ لاو، تو کیا تم لوگوں میں سے بھی کسی نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔۔۔ پھر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری:6245)

اسی طرح سیدنا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا اگر کوئی کسی پیٹ والی (حاملہ) عورت کے پیٹ پر مارے اس کا بچہ فوت ہو جائے تو اس باب میں کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے، میں (سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے حدیث سنی ہے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیان کرو، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں ایک غلام دینا لازم ہوتا ہے، غلام ہو یا لونڈی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خبردار تو بچ نہیں سکتا جب تک اس حدیث پر دوسرا کوئی گواہ نہ لائے، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سن کر میں نکلا، میں سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان کو لے کر آیا تو انہوں نے میرے ساتھ گواہی دی کہ میں نے یہ حدیث سنی ہے۔ (صحیح بخاری : 7317)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ جب میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں تو یہ سمجھ لو کہ مجھ کو آسمان سے گر جانا پسند ہے (اس بات سے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں۔ (صحیح بخاری : حدیث :3611)

اسی طرح صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کے درمیان تمیز کرنے کی اہمیت کے پیش نظر ہی امام شافعی رحمہ اللہ (150 ہجری، 204 ہجری) نے جرح و تعدیل کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

(164 ہجری، 241 ہجری) سے فرمایا: آپ حدیث اور رجال کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو، لہٰذا اگر صحیح حدیث ہو تو مجھے بتا دینا، چاہے کوفے کو حدیث ہو یا بصرے کی، یا شام کی ہو تا کہ میں اس پر عمل کروں بشرطیکہ حدیث صحیح ہو۔۔ (یعنی ضعیف حدیث نہ ہو)۔

(مناقب الشافعی لابن ابی حاتم صفحه 94 ' 95 ، اسناده صحیح)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ (161ھ، 238ھ) فرماتے ہیں:"ان العالم اذا لم یعرف الصحیح والسقیم ، والناسخ والمنسوخ من الحدیث لا یسمی عالما ." جس عالم کو سقیم (ضعیف حدیث) سے صحیح (حدیث) اور منسوخ سے ناسخ حدیث کی پہچان نہ ہو تو اسے عالم نہیں کہا جا سکتا۔ (معرفة علوم الحدیث للحاکم : صفحه ، 60 ، راقم کو اس کی سند نہیں ملی۔ واللہ اعلم)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (135ھ، 198ھ) فرماتے ہیں: کوئی شخص اس وقت تک امام (عالم) نہیں ہو سکتا جب تک صحیح (حدیث) اور غیر صحیح (حدیث کے فرق) کو نہ جان لے، اور جب تک حدیث کے مصادر کا علم نہ حاصل کر لے۔ (شرح علل الترمذی لابن رجب :1\470، راقم کو اس قول کی سند نہیں ملی۔ واللہ اعلم)

علم الرجال وعلل اور جرح وتعدیل کے امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (195ھ، 277ھ) فرماتے ہیں : جو لوگ صحیح اور ضعیف حدیث کا علم، ان کا فرق اور علل حدیث کو اچھی طرح جانتے ہیں ان میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، اور امام علی بن المدینی رحمہ اللہ شامل ہیں، اور ان کے بعد امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ اس فن میں طاق تھے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\ 314)

نیز اس فن کے دیگر ماہرین محدثین مثلاً امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ، امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ، امام مالک بن انس رحمہ اللہ، امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ وغیرہم کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

قرآن مجید اور صحیح حدیث کی حفاظت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: 9) ''ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے بلکہ اسی طرح حدیث رسول ﷺ کو بھی وحی قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىo﴾ (النجم: 3, 4) ''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتا ہے، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔'' ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (النساء: 113) ''اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی، اور تمہیں وہ کچھ سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے، اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ (150ھ، 204ھ) فرماتے ہیں: چنانچہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو کتاب کا ذکر کیا، جو قرآن ہے اور حکمت کا ذکر کیا، مجھ کو اطمینان ہے کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) ہے اور یہ تفسیر فرمودہ الٰہی سے زیادہ مشابہ ہے۔ واللہ اعلم (كتاب الرسالة للشافعي: صفحه، 82)

ان آیات اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے ثابت ہوا، کہ کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت (حدیث) ہی ہے۔ اب حدیث کے وحی ہونے پر اختصار کے پیش نظر مختصراً وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سن لو،

مجھے کتاب (قرآن) اور اس کی مثل (وحی حدیث) عطا کی گئی ہے۔

(مسند احمد : 4\ 130 ، 131 ، و اسناده صحيح)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پس میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبروں میں آزمایا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری : 86)

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جو (قرآن وحدیث) دیا گیا ہے وہ وحی ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری : 7274)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ قرآن وسنت (حدیث) وحی ہے۔ والحمدللہ، اور اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کے لیے اپنے نیک بندوں (محدثین) کو چنا، اور ان سے اپنے دین کا کام لیا کہ انہوں نے (محدثین) نے حدیث کو قبول کرنے کے اصول، ضابطے اور سخت سے سخت شرائط عائد کیں، کچھ مختصراً تفصیلی ذکر گزشتہ قسطوں میں گذر چکا ہے، مزید تفصیل اصول حدیث اور علم الرجال کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بہرحال حدیث کی حفاظت کا سب سے اہم ہتھیار سند ہے، اور سند کے بغیر حدیث کی حفاظت ممکن نہیں ہے، کیونکہ حدیث صحیح ہو گی تو ہمیں قرآن وسنت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

جیسا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے : سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : امانت داری آسمان سے لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتری (یعنی ان کی فطرت میں داخل ہے) اور قرآن مجید نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن مجید کا مطلب (میری سنت سے) سمجھا، اور سنت کا علم حاصل کیا۔ (تو قرآن وحدیث ان دونوں سے اس امانت داری جو فطرتی تھی اس کو پوری قوت مل گئی۔) (صحیح بخاری : 7276)

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (120 ھ، 198 ھ) ہیں : حدیث نہ دیکھو بلکہ سند دیکھو، پھر اگر سند صحیح ہو تو ٹھیک ہے اور اگر سند صحیح نہ ہو تو حدیث کے دھوکے میں نہ آنا۔ (الجامع

لاخلاق الراوی و آداب السامع للخطیب البغدادی : صفحه ، 325 ، ح : 1314 ، و اسناده صحیح)

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ علم الرجال کے ماہر تھے، اسی لیے امام احمد بن حنبل ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (164ھ، 241ھ) فرماتے ہیں : اس (علم الرجال کے) معاملے میں یحییٰ بن سعید جیسا نہیں دیکھا، یعنی ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان، میں (امام عبدالرحمٰن بن احمد بن حنبل) نے پوچھا: امام ھشیم بن بشیر بھی نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ھشیم بن بشیر شیخ ہیں، میں نے یحییٰ بن سعید القطان جیسا عالم نہیں دیکھا اور ان کی تعریف کرتے رہے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : 1\ 312 ، 313 ، و اسناده صحیح)

کیونکہ راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ معلوم ہونے پر ہی حدیث پر حکم لگے گا کہ صحیح ہے یا ضعیف وگرنہ سند کے بغیر حدیث بیان کرنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی شخص بغیر سیڑھی کے چھت پر جانے کی کوشش کریں اور ایسا ممکن نہیں ہے۔

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا: صاحب حدیث میں کچھ اور اوصاف بھی ہونے چاہئیں، حدیث اخذ کرنے میں اسے ایسا قابل اعتماد ہونا چاہئے کہ جو کچھ اس سے بیان کیا جائے اسے پوری طرح سمجھ لے اور رجال (راویوں کے حالات) پر اس کی گہری نظر ہو۔ (معرفة علوم الحدیث للحاکم : صفحه ، 60 , و اسناده صحیح)

امام عمرو بن علی کہتے ہیں میں نے امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے راوی عبدالکریم کی روایت کے بارے میں سوال کیا، تو امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (135ھ، 198ھ) نے فرمایا: یہ عبدالکریم کی روایت ہے، جب وہ اٹھے تو میں نے راز دارانہ انداز میں پوچھا، تو کہنے لگے: پھر تقویٰ کہاں ہے؟ امام ابومحمد رحمہ اللہ (ھو عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس، 240ھ، 327ھ) فرماتے ہیں: یعنی اس غیر ثقہ راوی سے روایت کرنے میں تقویٰ حائل

ہے، عبدالکریم راوی ان کے نزدیک قوی نہیں تھا، تو امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس سے روایت کرنا پسند نہ کیا، امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا: آپ جھوٹے (کذاب) راویوں کو کیسے پہچان جاتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: جیسے ڈاکٹر پاگل کو پہچان لیتا ہے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 1\218، 219، و اسناده صحیح)

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ (82ھ، 160ھ) فرماتے ہیں: راوی ابان بن ابی عیاش سے روایت کرنے سے بہتر ہے کہ میں ستر (70) کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرلوں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 1\138، و اسناده صحیح)

امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (161ھ، 234ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (120ھ، 198ھ) کو فرماتے ہوئے سنا: امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ (82ھ، 161ھ) کسی راوی کے بارے میں جو کہتے ہیں، تو تمہیں اس راوی کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس نے فلاں سے سنا ہے؟ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ نے اس کی ذمہ داری لے لی ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 1\157، و اسناده صحیح)

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " لان ازنی احب الی من ان ادلس " میرے نزدیک تدلیس کرنے سے زنا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (یعنی تدلیس زنا سے بڑا جرم ہے۔) (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 1\163، و اسناده صحیح)

الغرض اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (حدیث) کے دفاع کے لیے امت میں ایسے افراد یعنی محدثین پیدا کر دیئے جنہوں نے خیر خواہی کے جذبہ سے روایات پر تحقیق کی اور ان محدثین کا راویوں کے بارے میں یہ جرح مذموم غیبت میں سے نہیں ہیں بلکہ اس کام کو انہوں نے ضروری سمجھا، اور اس کے لیے بعض محدثین نے صرف ضعیف راویوں کے حالات پر کتابیں لکھیں اور بعض محدثین نے صرف ثقہ

راویوں کے حالات پر کتابیں لکھیں، اور بعض محدثین نے ضعیف، کذاب، متروک، وغیرہ اور ثقہ دونوں قسم کے راویوں کے حالات پر کتابیں لکھیں۔

اس کے بعد متاخرین محدثین نے متقدمین محدثین کی تصانیف کو، اور ان میں دیگر محدثین کے اقوال کو اپنی اپنی کتب میں جمع کر دیا، جن سے راویوں کی جانچ پڑتال میں بہت آسانی پیدا ہوئی، بشرطیکہ متقدمین محدثین کے وہ اقوال صحیح ثابت ہوں، لہٰذا راقم الحروف متقدمین محدثین اور متاخرین محدثین کی ''اسماء الرجال'' پر تصانیف میں سے بعض کتب کے نام اور ان میں راویوں کی تعداد اور مصنّفین کے نام، عوام الناس کے لیے بطور فائدہ نقل کر رہا ہوں، تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(1): کتاب کا نام: التاریخ الکبیر: مصنف کا نام: امام المحدثین امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری: راویوں کی تعداد: 13983۔

(2): کتاب کا نام: التاریخ الاوسط: مصنف کا نام: امام المحدثین امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری: راویوں کی تعداد: 1515۔

(3): کتاب کا نام: التاریخ الصغیر: مصنف کا نام: امام المحدثین امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری: راویوں کی تعداد: 2998۔

(4): کتاب کا نام: الضعفاء الصغیر: مصنف کا نام: امام المحدثین امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری: راویوں کی تعداد: 444۔

(5): کتاب کا نام: الجرح والتعدیل: مصنف کا نام: امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی: راویوں کی تعداد: 18038۔

(6): کتاب کا نام: الطبقات الکبری: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری: راویوں کی تعداد: 5554۔

(7): کتاب کا نام: تاریخ یحییٰ بن معین: مصنف کا نام: امام ابوزکریا یحییٰ بن معین بن

عون البغدادی: راویوں کی تعداد: 5821۔

(8): کتاب کا نام: تاریخ عثمان بن سعید: مصنف کا نام: امام ابوزکریا یحییٰ بن معین بن عون البغدادی: راویوں کی تعداد: 975۔

(9): کتاب کا نام: سوالات ابن الجنید: مصنف کا نام: امام ابوزکریا یحییٰ بن معین بن عون البغدادی: راویوں کی تعداد: 936۔

(10): کتاب کا نام: سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ: مصنف کا نام: امام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی: راویوں کی تعداد: 260۔

(11): کتاب کا نام: کتاب العلل: مصنف کا نام: امام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی: راویوں کی تعداد: 176۔

(12): کتاب کا نام: کتاب العلل ومعرفۃ الرجال: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل: راویوں کی تعداد: 6161۔

(13): کتاب کا نام: العلل ومعرفۃ الرجال روایۃ المروزی: مصنف کا نام: امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل: راویوں کی تعداد: 583۔

(14): کتاب کا نام: سوالات ابی داود: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل: راویوں کا تعداد: 595۔

(15): کتاب کا نام: سوالات ابی بکر الاثرم: مصنف کا نام: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل: راویوں کی تعداد: 389۔

(16): کتاب کا نام: الکنی والاسماء: مصنف کا نام: امام ابوالحسین مسلم بن حجاج النیسابوری: راویوں کی تعداد: 3804۔

(17): کتاب کا نام: الضعفاء والمتروکین: مصنف کا نام: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی: راویوں کی تعداد: 675۔

(18): کتاب کا نام : التاریخ الکبیر : مصنف کا نام : امام ابو بکر احمد بن ابی خیثمۃ زھیر بن حرب : راویوں کی تعداد : 1509 ۔

(19) : کتاب کا نام : کتاب الضعفاء : مصنف کا نام : امام ابوزرعۃ عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید الرازی : راویوں کی تعداد : 1059 ۔

(20): کتاب کا نام : الضعفاء الکبیر : مصنف کا نام : امام ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی : راویوں کی تعداد : 2101 ۔

(21): کتاب کا نام : الکامل فی ضعفاء الرجال : مصنف کا نام : امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی : راویوں کی تعداد : 2095 ۔

(22) : کتاب کا نام : احوال الرجال : مصنف کا نام : امام ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی : راویوں کی تعداد : 388 ۔

(23) : کتاب کا نام : تاریخ الثقات : مصنف کا نام : امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی : راویوں کی تعداد : 2116 ۔

(24): کتاب کا نام : الضعفاء والمتر وکون : مصنف کا نام : امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی الدارقطنی : راویوں کی تعداد : 631 ۔

(25): کتاب کا نام : سوالات حمزہ بن یوسف : مصنف کا نام : امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی الدارقطنی : راویوں کی تعداد : 413 ۔

(26): کتاب کا نام : سوالات ابی بکر البرقانی : مصنف کا نام : امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی الدارقطنی : راویوں کی تعداد : 843 ۔

(27): کتاب کا نام : سوالات ابی عبداللہ الحاکم : مصنف کا نام : امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی الدارقطنی : راویوں کی تعداد : 535 ۔

(28): کتاب کا نام : المجر وحین من المحد ثین والضعفاء والمتر وکین : مصنف کا نام :

امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد البستی : راویوں کی تعداد: 1282۔

(29): کتاب کا نام: کتاب الثقات: مصنف کا نام: امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد البستی: راویوں کی تعداد: 16508۔

(30): کتاب کا نام: تاریخ اسماء الثقات: مصنف کا نام: امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاھین: راویوں کی تعداد: 1569۔

(31): کتاب کا نام: اسماء الضعفاء والکذابین: مصنف کا نام: امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاھین: راویوں کی تعداد: 722۔

(32): کتاب کا نام: کتاب الضعفاء: مصنف کا نام: امام ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق: راویوں کی تعداد: 289۔

(33): کتاب کا نام: تاریخ بغداد: مصنف کا نام: امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی: راویوں کی تعداد: 7831۔

(34): کتاب کا نام: تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: مصنف کا نام: امام ابو الحجاج یوسف بن زکی عبدالرحمٰن بن یوسف المزی: راویوں کی تعداد: 8634۔

(35): کتاب کا نام: میزان الاعتدال فی نقد الرجال: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی: راویوں کی تعداد: 11053۔

(36): کتاب کا نام: الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی: راویوں کی تعداد: 7059۔

(37): کتاب کا نام: تذکرۃ الحفاظ: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی: راویوں کی تعداد: 1176۔

(38): کتاب کا نام: المغنی فی الضعفاء: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی: راویوں کی تعداد: 7855۔

(39): کتاب کا نام: دیوان الضعفاء والمتروکین: مصنف کا نام: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی: راویوں کی تعداد: 5098۔

(40): کتاب کا نام: تہذیب التہذیب فی رجال الحدیث: مصنف کا نام: امام ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی: راویوں کی تعداد: 12191۔

(41): کتاب کا نام: لسان المیزان فی اسماء الرجال: مصنف کا نام: امام ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی: راویوں کی تعداد: 15538۔

(42): کتاب کا نام: خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: مصنف کا نام: امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی: راویوں کی تعداد: 6794 وغیرہ

اللہ تعالیٰ تمام محدثین پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے ''اسماء الرجال اور جرح و تعدیل'' کی کتب لکھ کر ہم سب پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ہم ان کے علم کے بدولت ہر باطل فرقے کا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے منہ توڑ جواب دیتے ہیں اور کسی باطل نظریہ کو اٹھنے سے قبل ہی دبا دیتے ہیں لہٰذا ہم اپنے قارئین کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ پہلے خوب اچھی طرح مکمل علم حاصل کریں پھر ان شاء اللہ آپ ہر میدان میں کامیاب ہیں، کیونکہ اصل میں علم مقدم ہے عمل سے، اور اگر صحیح علم ہوگا تو عمل بھی تب ہی صحیح ہوگا وگرنہ بغیر علم کے اور غلط علم کے ساتھ انسان جاہل رہتا ہے بیشک وہ لوگ جو بڑی بڑی ڈگریاں تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن صحیح علم کے بغیر وہ سب ڈگریاں بے کار ہیں اس کے لیے تین مثالیں پیش خدمت ہیں۔

عرب کے بہت بڑے عالم دین الشیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے سوال ہوا کہ ''کیا عالم ہونے کے لیے مدرسہ سے اس علم کا تزکیہ (سند) ضروری ہے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: علم کا ہونا ضروری ہے، ہر کوئی جس کے پاس تزکیہ ہو، اس کا عالم ہونا ضروری نہیں، بلکہ علم ضروری ہے، تزکیہ سے عالم ہونا لازم نہیں آتا، ہوسکتا ہے جس کے پاس تزکیہ ہو وہ سب سے بڑا جاہل ہو، اور جس کے پاس تزکیہ (سند) نہ ہو وہ سب سے بڑا عالم، علم ہونا ضروری

ہے، تزکیہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

تمہارے پاس کون سی ڈگری ہے؟ جب کسی نے شیخ البانی رحمہ اللہ (1914ء، 1999ء) سے پوچھا، محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ جامعہ ازھر سے فارغ التحصیل ایک شخص سے ایک مسئلے میں مناظرہ کیا، مجھے ابھی یاد نہیں وہ کون سا مسئلہ تھا، تو وہ شخص گفتگو کے درمیان ہی گرم ہو گیا، پھر اس نے مجھے ایک حدیث سنائی تو میں نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو وہ اور غصہ ہو گیا اور مجھ پر اپنی ڈگری کا رعب جھاڑنے لگا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تم کس حیثیت سے مجھ سے اختلاف کر رہے ہو اور مجھ سے میری ڈگری پوچھنے لگا (کیونکہ شیخ البانی رحمہ اللہ کسی بھی مدرسے سے پڑھے نہیں تھے) تو میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بُرائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔ الخ۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة :1\ 104 ، ح : 29)

شیخ صدیق رضا حفظہ اللہ ایک گروپ میں لکھتے ہیں: محدث دیار سندھ شیخ العرب والعجم بدیع الدین سندھی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، درس نظامی سے کوئی عالم نہیں بنتا، یہ تو بس مطالعہ کی صلاحیت وسلیقہ پیدا کرنے کے لیے ہے، عالم تو بندہ کثرت مطالعہ سے بنتا ہے۔

صحیح اور ضعیف احادیث میں تمیز کا حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ محدثین کرام کی تمام تر محنت، لگن اور مساعی جمیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضعیف حدیث اور جھوٹی بات منسوب کرنے سے بچنے کے لیے تھیں بہرحال فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کرام کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حدیث کو چھان بین اور مکمل تحقیق کے بعد بیان کرنا چاہئے اور ضعیف وموضوع (جھوٹی) احادیث بیان نہیں کرنی چاہئے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مبارک سن لیں: سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (صحيح بخاری : 109)

تحریر: ابو محمد خرم شہزاد بن محمد حسین بن خیر دین آرائیں